رحمۃ اللعالمین

حضرت رسول پاکؐ کی انسانیت نوازی

مولانا سید محمد رابع حسن ندوی

پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیؐ کے اخلاق طیبہ، نبوت کی اعلی خوبیوں کے ساتھ، اتنی محبت، رحم دلی اور انسانی ہمدردی کے حامل تھے کہ اس سے زیادہ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا "و إنک لعلی خلق عظیم"[1] کہ آپؐ عظیم اخلاق کے حامل ہیں اور فرمایا گیا: "و ما أرسلناک إلا رحمة للعلمین"[2] کہ ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، آپ ایک طرف اپنے پروردگار کو راضی رکھنے کے لئے ہر طرح کی مشقت اور تکلیف اٹھاتے، اور اس کی مرضیات پر عمل کرتے، دوسری طرف سارے انسانوں کے ساتھ ہمدردی و محبت کا ایسا عمل کرتے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپؐ عبادت گذار اور ایسے شب زندہ دار تھے کہ رات کی نماز یعنی تہجد میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پیروں میں ورم آ جاتا، روزے اتنے رکھتے کہ رمضان سے قبل شعبان کا مہینہ بھی اکثر و بیشتر روزوں میں گذر جاتا، مال کو اللہ کی راہ میں اتنا خرچ کرتے کہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے کئی کئی مہینوں تک کوئی ایسی چیز باقی نہ ہوتی جس کے لئے گھر والوں کو آگ جلانا پڑے کبھی کھجور کے کچھ دانے حاصل ہو گئے انہی سے کام چلالیا اور کبھی بکری کا دودھ ہوا، اسی کو پی کر مطمئن ہو گئے، کبھی کچھ بھی نہ ملا تو یوں بے کھائے پیے ہی رہ گئے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ مال و متاع سے بالکل محروم تھے، ایسا نہیں تھا، بلکہ عموماً آپؐ کی ضرورت کے مطابق مال حاصل ہوجاتا تھا، اور بعد میں مدینہ منورہ سے باہر فدک وغیرہ میں آپ کی ملکیت میں کچھ باغ آ گئے تھے جن کی پیداوار سے کچھ آمدنی آپ کو حاصل ہونے لگی تھی، لیکن آپ

۱- سورۃ القلم، آیہ ۴ ۲- سورۃ الانبیاء، آیہ ۱۰۷

کی طرف سے دوسروں کی مدد، داد و دہش اور مہمانوں کی مہمان داری اور اصحاب صفہ (جو دین سیکھنے کے لئے آپ کے مکان کے سامنے مسجد کے ایک سرے پر مقیم رہتے تھے) ان کے کھانے کی ذمہ داری بھی آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

یہ اصحاب صفہ بعض مرتبہ ۷۰ کی تعداد تک پہنچ گئے تھے، ان میں ایک صحابی حضرت ابوہریرہ تھے جنہوں نے وہاں رہ کر خوب حدیثیں سنیں، اور علم دین سیکھا، چنانچہ آج حدیث شریف کا خاصہ حصہ ان ہی سے مروی ہے، ان ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، اصحاب صفہ بھی بھوکے تھے کہ آپ کے پاس کہیں سے دودھ کا ایک پیالہ ہدیہ میں آیا، آپؐ نے حضرت ابوہریرہ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ دودھ آیا ہے سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا کہ اتنے سے دودھ میں کتنے آدمی کام چلا سکیں گے، یہ تو خود آپؐ پی لیتے اور کچھ بچتا تو مجھ کو دے دیتے، بجائے اس کے متعدد آدمیوں کو بلا کر پلایا جائے تو کسی کا بھلا نہ ہوگا۔ لیکن کرتا کیا! حکم تھا، میں نے بلایا۔ آپؐ نے وہ پیالہ ایک کو دیا کہ پیو! پھر دوسرے کو دیا، پھر تیسرے کو دیا اور وہ سب پیتے رہے، اور حیرت کی بات یہ کہ وہ چلتا رہا، حتی کہ بلائے ہوئے سب آدمی پورے ہوگئے۔ پھر آپؐ نے پیالہ اپنے ہاتھوں میں لیا، حضرت ابوہریرہ کو دیکھا اور فرمایا: ابوہریرہ! ہم رہ گئے ہیں اور تم۔ حضرت ابوہریرہ کا یوں بھی امتحان ہورہا تھا کہ ہر پینے والے پر یہ سوچتے ہوں گے کہ دودھ اب ختم ہوا، تب ختم ہوا۔ میری باری دیکھو آتی بھی ہے یا نہیں آتی۔ حضورؐ کے یہ کہنے پر کہ اب ہم رہ گئے ہیں اور تم، اور پیالہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور دودھ تھوڑا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب آپ ہی مستحق ہیں کہ اس کو پورا کردیں، اور ابوہریرہ رہ جائیں، حضرت ابوہریرہ نے آپ کے اس جملہ پر کہ اب ہم رہ گئے ہیں اور تم، کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا: لو اب تم پیو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیا اور دودھ پھر بھی بچ گیا، میری طبیعت سیر ہوگئی، آپ نے فرمایا اور پیو، میں نے اور پیا، آپ نے فرمایا اور پیو، مین نے کہا یا رسول اللہؐ اب طبیعت سیر ہوگئی ہے۔ پھر آپ نے پیالہ واپس لیا اور اس کو پورا کردیا۔

اس واقعہ کے اندر کئی باتیں آگئی ہیں ایک تو کھانے پینے کی چیزوں کی کمی، اور جب کوئی چیز آجاتی تو آپ سب کو دے کر کھاتے پیتے۔ دوسرے یہ اخلاق کہ چیز کے کم ہونے کے باوجود سب کا خیال رکھنا اور دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا۔ تیسری اس بات کی تربیت دینا کہ دوسرے کی ضرورت

کو اپنی ضرورت پر ترجیح کا مجاہدہ ہو،اور اپنے محروم رہ جانے کا خطرہ برداشت کیا جائے۔ چوتھے یہ کہ اگر اخلاص اور بے نفسی دوسروں کی ہمدردی کے جذبہ سے کی جائے تو برکت ہوتی ہے اور کم چیز زیادہ آدمی کے کام آجاتی ہے۔ یہ برکت ہر وقت نہیں ہوتی، یہ اس وقت ہوتی ہے جب جذبہ بھی اعلیٰ ہو اور مسئلہ کا حل کوئی دوسرا نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور وہ تھوڑی چیز کو زیادہ کا قائم مقام بنادیتا ہے۔

ایسی برکت حضورؐ کے معاملے میں کئی مرتبہ ہوئی، لیکن ایسے موقعے بہت خاص خاص ہوتے تھے، عام طور پر عام حالات ہی پیش آتے تھے، ورنہ ہر مرتبہ اگر ایسی برکت ہوتی رہتی تو آپؐ کو کبھی فاقہ نہ کرنا پڑتا اور نہ کبھی کوئی حاجت پوری ہونے میں دشواری ہوتی۔ لیکن آپؐ کو بارہا مال کی تنگی ہوتی تھی اور آپ اس کو خوشی خوشی برداشت کرتے تھے، حتیٰ کہ بعض بعض مرتبہ بھوک کی شدت کو دبانے کے لئے آپ کو پیٹ پر دو دو پتھر باندھنے پڑے جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہوا۔ پھر اسی غزوۂ خندق کے موقع پر ایسا واقعہ بھی پیش آیا جس میں برکت کا ظہور ہوا۔ بہرحال اخلاص و نیک نیتی اور ایثار کے جذبے کے پوری طرح پائے جانے کے ساتھ ایسی حالت پیش آگئی ہو جس میں زندگی کے قائم رہنے کو خطرہ پیش آسکتا تھا، کوئی دوسرا ظاہری حل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تھوڑی چیز کو زیادہ چیز کا قائم مقام بنادیا۔ تفصیل کی اس وقت گنجائش نہیں۔

بہرحال یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی اکرمؐ کے سامنے جب کوئی ایسا موقع آتا کہ دوسرا بھی ضرورت مند ہوتو نہ صرف اس کو شریک کرلیتے، بلکہ اس کو ترجیح دیتے۔ اس ایثار اور سب کی فکر کے نتیجے میں آپ کے پاس ضرورت کی چیز کا کم ہوجانا قدرتی بات تھی چنانچہ کئی کئی فاقوں کی نوبت آجاتی تھی، حالانکہ آپ کو اتنا مال ذاتی طور پر حاصل ہوتا تھا کہ روک روک کر خرچ کرتے تو آپؐ اپنا کام اس کے ذریعہ بخوبی چلاسکتے تھے، لیکن آپؐ ان کی فکر، اپنی فکر کی طرح رکھتے تھے، چنانچہ آپؐ نے ایک بار اعلان فرمایا کہ کوئی مسلمان انتقال کرجائے تو اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے وارثوں کا ہے، اور جو وہ قرض چھوڑ گیا ہوتو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔ بھلا یہ کون کرسکتا ہے؟ پھر ایک دو کے لئے نہیں بلکہ اپنے تمام ساتھیوں اور ماننے والوں کے لئے آپ کا یہ سلوک عام تھا کہ فائدہ ہوتو تم لو، اور نقصان ہوتو اس کی تلافی میرے ذمہ ہے۔

آپؐ نے اخلاق ومحبت کی اپنی ان خصلتوں سے لوگوں کے دل جیت لئے تھے، جو بھی آپؐ سے ایک مرتبہ مل لیتا تو آپ کا گرویدہ وفریفتہ ہوجاتا، وہ دیکھتا کہ آپؐ کو دنیاوی فائدے کی کوئی فکر نہیں،

آپ کو اپنی ذات کے لئے فائدہ اٹھانے سے کوئی دلچسپی نہیں، دوسروں کی ہمدردی اور دوسروں کی فکر صرف دنیاوی فائدے ہی کے لئے نہ تھی بلکہ زیادہ فکر آخرت کے فائدہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے آگ جل رہی ہو اور اس میں لوگ گر رہے ہوں، میں کمر پکڑ پکڑ کر لوگوں کو اس سے بچا رہا ہوں، آپؐ کی یہ فکر اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ خود اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں فرمایا: "لعلک باخع نفسک ألایکونوا مؤمنین"[۱] کہ آپ شاید اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان والے کیوں نہیں بن جاتے، اور واقعی آپ کڑھتے رہتے تھے کہ لوگ گمراہ ہیں ان کا آخرت میں کیا ہوگا، ان کو گمراہی سے کیسے نکالا جائے، اس کے لئے آپ نہ زور زبردستی کرتے تھے، نہ ڈانٹتے، نہ سختی کرتے، بلکہ محبت سے، اخلاق کے ساتھ ان سے مخاطب ہوتے اور نرمی کے ساتھ سمجھاتے تھے۔

ایک طرف آپؐ کی انسانیت نوازیاں و ہمدردیاں اور دوسری طرف آپ کی طرف سے اپنی اور دوسروں کی عافیت کی فکر میں ان کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ جو بھی اس وقت قریب سے دیکھ لیتا، بالکل بدل جاتا، اور آپ کا ہو جاتا۔ بعض وقت کوئی شخص کفار قریش کے بہکانے پر آپ کو قتل کرنے کے لئے آتا اور آپ کا سامنا ہوتے ہی، آپؐ کے میٹھے بول سنتے ہی ڈھیلا پڑ جاتا تھا، ارادہ ختم ہو جاتا اور بات چیت ہوتی، گرویدہ ہو جاتا، اور آپ پر فدا ہو کر لوٹتا۔

آخرت میں لوگوں کی نجات کے لئے آپ غیر معمولی طور پر فکرمند رہا کرتے تھے اور ہر ممکن امداد کے لئے آمادہ رہا کرتے تھے

جس کی طرف خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا ہے: "لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم"[۲] کہ تمہارے پاس تم میں کا ہی رسول آیا، اس کو تمہاری تکلیف بہت شاق ہوتی ہے، وہ تمہاری بے حد فکر کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے تو بہت ہی ہمدردی اور رحم کا جذبہ رکھنے والا ہے۔ اور فرمایا: "لعلک باخع نفسک ألایکونوا مؤمنین"[۳] کہ شاید آپ اپنے آپ کو بہت تکلیف میں ڈال دیں گے کہ یہ لوگ کیوں ایمان والے نہیں بنتے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں انسانیت نوازی، اخلاق و محبت کی خصوصیات، اس

۱- سورہ الشعراء، آیہ ۳   ۲- سورہ التوبہ، آیہ ۱۲۸   ۳- سورہ الشعراء، آیہ ۳

قدر بھری ہوئی اور غیر معمولی تھیں کہ جس کو واسطہ پڑتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ آخرت میں سرخرو ہونے کے لئے آپ کی جو توجہ دہانی اور نصیحت و دعوت تھی کہ آپ کڑھتے رہتے تھے کہ کس طرح لوگوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی آخرت کو ٹھیک کرنے، اور آخرت میں راحت کی زندگی پانے کے لئے جو کچھ بھی کرسکتے ہیں کریں، ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں۔ ایک طرف آپ مجسم ہمدردی اور محبت تھے، دوسری طرف انسانی قدروں کے اعلی درجہ کے محافظ اور داعی تھے۔ تیسری طرف آپ اپنی زندگی کو، اپنے مال و متاع کو رضائے الٰہی کے حصول اور دنیا و آخرت کی فلاح کا طریقہ بتانے اور خود اس پر عمل کرنے پر لگائے ہوئے تھے۔

آپؐ کی طرف سے نہایت ہمدردی کی مثال یہ ہے کہ جب شب معراج میں نماز فرض کی گئی اور اس کے اوقات پچاس رکھے گئے تو آپ نے بار بار رب العالمین سے التجا کی کہ اوقات کی تعداد میں کمی فرمادی جائے، بالآخر وہ پچاس کے بجائے پانچ وقت کردی گئی، یہ بھی آپ کی بے حد ہمدردی کی بات ہے کہ آپ نے اللہ تعالی کا یہ حکم سنایا کہ "الدین یسر" مذہب پر عمل کرنا آسان رکھا گیا ہے، اور حکم دیا گیا کہ اعتدال سے کام لو۔ اپنے دنیوی لازمی تقاضہ کو پورا کرو، مذہبی اعمال اور دنیوی زندگی ایک دوسرے سے ٹکراتی نہیں، دنیا کی لازمی ضرورت کو بھی پورا کرو اور دین کے احکام پر بھی پورا عمل کرو۔

اسلام کی یہی وہ جامعیت ہے جس میں وہ تمام مذاہب کے درمیان منفرد ہے بلکہ اس میں اپنی واقعی دنیاوی ضرورت کو اللہ کے حکم کے مطابق اور رضائے الٰہی کی نیت سے پورا کیا جائے تو اس طرح ثواب ملتا ہے کہ جیسا کسی مذہبی عمل پر یا عبادت پر ملتا ہے۔ یہ وہ جامعیت ہے کہ جس کو ہمارے پیغمبرؐ لے کر آئے تھے، اور ساری انسانیت کو اس کا پیغام دیا۔ اپنی دنیاوی ضرورتوں کو جائز طریقے سے پورا کرنا، دوسروں کے ساتھ خوش اخلاقی اور ہمدردی کا برتاؤ کرنا ان کی زندگی اور سیرت کا اٹوٹ حصہ رہا ہے جس پر وہ خود بھی عمل پیرا تھے اور جس کا پیغام انہوں نے پوری انسانی برادری کے نام بھی جاری کیا کہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی، خوش اخلاقی اور محبت کے ساتھ پیش آنا اور اپنے سارے اعمال کو خواہ وہ دنیوی ہی کیوں نہ ہوں اپنے پروردگار کی مرضی کے مطابق ہی انجام دینا یہ آپ کی سیرت و اخلاق اور حیات طیبہ کی وہ میراث ہے جو آپ نے اپنے تمام امتیوں کے لئے چھوڑی ہے جس کو اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے، اور آپ نے اخلاق و محبت اور انسانیت نوازی کا اسوہ اور نمونہ اپنی

امت کے لئے چھوڑا، اس پر آپ کے امتیوں میں سے ایک خاصی تعداد نے عمل بھی کیا، اور یہ سلسلہ برابر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کا وعدہ ہے، اس کی بنا پر اسوۂ نبوی کی پیروی کے واقعات بھی برابر پیش آتے رہیں گے۔ یہی شریعت محمدی کی شان ہے جس کی وجہ سے دوسروں کے مقابلے میں وہ ممتاز ہے۔